جماعت اسلامی
پر
تبصرہ

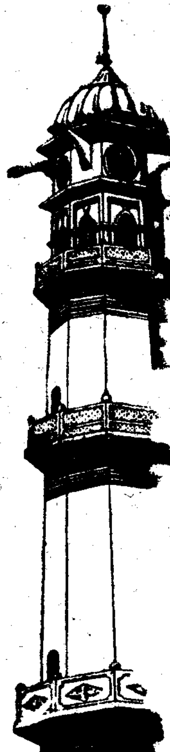

—— الناشر ——
مہتمم نشر واشاعت صدر انجمن احمدیہ ربوہ (پاکستان)

پہلے اسے دیکھئے

معزز قارئین سے بادب درخواست ھے کہ وہ زیرنظر رسالہ مطالہ کرنے سے قبل مندرجہ ذیل اغلاط کی تصیح کرکے رھین منت فرمائیں

صفحہ	سطر	غلط	صیح
۱	۱۰	حفلوں	محفلوں
۱	۱۲	سحر نگاری	سحر نگاری اور
۳	۱۱	گشت کھا رھا	گردش کر رھا
۴	۵	جماعت	حکومت
۹	۱۲	مجسمہ	مجسمہ ھو
۹	۲۰	۱۹۳۱ء	۱۹۴۳ء
۱۱	۱۳	گم گشتہ	گم گشتہ نقشہ
۱۳	۱۴	اکابر جماعت	اکابر جماعت اسلامی
۳۱	۷	وڈ	وڈنے
۴۴	۵	اس	ان
۴۵	۱۱	بخشی	بخشتی
۴۵	۱۸	اپنی	ابدی

جماعت اسلامی پر تبصرہ

تقریر

مولوی دوست محمد صاحب شاہد

برجلسہ سالانہ ۱۹۵۷ء

الناشر: مہتمم نشر و اشاعت صدر انجمن احمدیہ ربوہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ⁂ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو الناصر

جماعت اسلامی بیسویں صدی کی وہ تحریک ہے، جو اپنی روح کے اعتبار سے خالص سیاسی، نمائش کے اعتبار سے مذہبی اور رنگینی مزاج کے اعتبار سے ایک ادبی تحریک ہے۔ اس لئے اس پر تبصرے کے گوشے اور پہلو بھی تین ہیں۔ ادبی۔ سیاسی اور مذہبی

ادبی نقطۂ نظر

جہاں تک ادبی نقطۂ نظر کا تعلق ہے۔ اس کا حقیقی مقام ہمارا دینی پلیٹ فارم نہیں۔ ادبی محفلوں اور مشاعروں کی پُر بہار فضا ہے۔ لیکن اربابِ سخن کے لئے صرف اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ دلنشیں نگاری، شعلہ بیانی بلاشبہ عظیم الشان نعمتیں ہیں مگر ان کی تقسیم میں قسامِ ازل کی طرف سے شہنشاہ اور فقیر، سرمایہ دار

اور مزدور، مسلمان اور کافر کا کوئی امتیاز نہیں برتا گیا۔ اس لئے محض قلم کی روانی، تحریر کے تیکھا پن، الفاظ کی مرصع کاری، بندشوں کی چستی محاوروں کا طلسم اور اندازِ بیان کی شگفتگی میں گم ہو کے رہ جانا ہمیشہ حقائق سے محرومی کا باعث ہوتا ہے۔ پس ادبی لحاظ سے "تحریکاتِ اسلامی" کا مطالعہ ذہنی تفریح کے لئے تو مفید ہے۔ حق و صداقت کی تلاش میں سودمند نہیں۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ اگر اس تحریک کے نقیب و داعی نکتہ آفرینی میں غالب، سلاست میں حالی، طنزیات میں اکبر، مرثیہ گوئی میں انیس و دبیر، غزل گوئی میں میر تقی اور افسانہ نویسی میں منٹو ہوتے تو کیا ہم ان کے نظریات اور دعاوی پر آنکھیں بند کر کے ایمان لے آتے؟ مگر یہاں تو ایسا بھی نہیں ہے۔ اور تو اور اس جماعت کے قابلِ احترام بانی اگرچہ اپنے مخصوص اندازِ تحریر کے باعث ملک بھر میں ایک ممتاز شخصیت ہیں، دلی کے ایک مشہور علمی خاندان میں پیدا ہوئے، ادبی ماحول میں پروان چڑھے۔ اور اسی نثر کی سیاحی میں آج عمر کی ۴۵ ویں بہار دیکھ رہے ہیں مگر اس دور کے بعض اجلہ عصر کا (جنہیں حضرت امیر مینائی سے براہِ راست شرفِ تلمذ حاصل ہے) یہ کہنا ہے کہ آپ کے قلم نے کئی ایک مقامات پر ایسی ایسی لغزشیں کھائی ہیں کہ حیرت آتی ہے۔ لیکن جیسا کہ عرض کیا گیا ہے ادبی حیثیت سے جماعت اسلامی اور اس کی تحریک پر روشنی ڈالنے کا یہ موقعہ نہیں اور نہ اس کی ضرورت ہے۔

سیاسی نقطۂ نظر جہاں تک سیاسی پہلو کا تعلق ہے۔ مولانا شیخ روشن دین تنویر اور جماعت کے

دوسرے اہل قلم بزرگوں کو خدا تعالےٰ نے یہ توفیق بخشی کہ انہوں نے تحریک اسلامی کے خالص سیاسی عزائم سے نقاب سرکاتے ہوئے ان کے خدوخال اس وقت نمایاں کر کے دکھائے جبکہ عوام ہی نہیں۔ منبرو محراب تک اسے اقامتِ دین کی تحریک سمجھے بیٹھے تھے۔ ابتدا میں ان کی آواز نقارخانہ میں طوطی کی آواز بن کر رہ گئی۔ لیکن اب اسی آواز نے خود جماعت اسلامی میں ایک زلزلہ بپا کر دیا ہے اور پچھلے دنوں تو اس کے بعض بڑے بڑے لیڈر جماعت اسلامی سے اس بنا پر علیحدگی اختیار کر چکے ہیں کہ مولانا مودودی مذہب کا نعرہ لگا کر قوم کو سیاست کے خاردار جنگلات میں آگے ہی آگے لے جا رہے ہیں اور دین کی مہم بہت پیچھے رہ گئی ہے۔ بالفاظ دیگر وسکی کا جام میخانہ سیاست میں آب زمزم کے نام پر گردش کھا رہا ہے۔ چنانچہ مولانا مودودی صاحب کے دست راست اور جماعت اسلامی کے قدیم ترین راہ نما امین احسن اصلاحی (جو حال ہی میں اس تحریک سے کنارہ کش ہوئے ہیں۔) اپنے ایک حیرت انگیز بیان میں فرماتے ہیں کہ:۔

"جو اصحاب ۱۹۴۱ء میں میرے ہمراہ جماعت اسلامی سے منسلک ہوئے تھے ان میں سے دو ایک اصحاب بطور تبرک ابھی تک اس جماعت سے منسلک ہیں باقی سارے دیرینہ کارکن یکے بعد دیگرے علیحدہ ہو چکے ہیں۔ میں نے سولہ سال کے بعد ایک گم کردہ راہ قافلہ کا ساتھ چھوڑا ہے۔ اور اب ایک صحرا میں کیکر کے سہارے تنہا کھڑا ہوں۔"

دراصل جماعت اسلامی کا مقصود اور مطمح نظر سیاست اور محض سیاست ہے جیسا کہ جماعت کے بانی کا اپنا اعتراف ہے:۔

"یہ مذہبی تبلیغ کرنے والے واعظین اور مبشرین کی جماعت نہیں بلکہ خدائی فوجداروں کی جماعت ہے ..... لہذا اس پارٹی کے لئے جماعت کے اقتدار پر قبضہ کئے بغیر کوئی چارہ نہیں"۔ (جہاد فی سبیل اللہ)

حقیقت یہ ہے کہ سیاسی غلبہ و استیلاء محض ایک وقتی اور ہنگامی چیز ہے۔ لیکن اگر محض اسمبلیوں تک پہنچنے کی بات ہوتی تو کوئی بات نہیں تھی، ہر ملکی جماعت بلکہ ہر شہری کو حق حاصل ہے کہ وہ جمہوری اصولوں کے مطابق زمام اقتدار سنبھال کر ملک و قوم کی خدمت سرانجام دے مگر یہاں تو جماعت اسلامی کا یہ دینی عقیدہ ہے کہ:۔

"اگر کوئی حکومت دستور اسلامی کی ایسی صریح خلاف ورزی کرے جس کی کوئی تاویل ممکن نہ ہو۔ اور رعایا صالحین کا گروہ منظم ہو۔ ان کے پاس طاقت موجود ہو۔ اور اہل ملک کی عظیم اکثریت ان کے ساتھ ہو۔ یا کم از کم ظن غالب ہو کہ جدوجہد شروع ہوتے ہی ان کا ساتھ دے گی تو اس صورت میں بلاشبہ صالحین کی جماعت کو نہ صرف حق حاصل ہے۔ بلکہ ان کے اوپر یہ شرعی فرض ہے۔ کہ وہ طاقت منظم کرکے ملک کے اندر بزور شمشیر

انقلاب پیدا کریں۔ اور حکومت پر قبضہ کر لیں"۔
(اسلامی ریاست ص۴۲)

خود مولانا مودودی کا ارشاد ہے کہ:۔
"مسلم پارٹی اور اصلاح عمومی اور تحفظ خودی دونوں کی خاطر... ایک طرف اپنے افکار و نظریات کو دنیا میں پھیلائے گی۔ اور تمام ملک کے باشندوں کو دعوت دیگی کہ اس مسلک کو قبول کریں۔ دوسری طرف اگر اس میں طاقت ہوگی تو لڑ کر غیر اسلامی حکومتوں کو مٹا دے گی۔ اور ان کی جگہ اسلامی حکومت قائم کرے گی"۔
(رسالہ حقیقت جہاد)

ستم بالائے ستم یہ ہے کہ مولانا نے قلم و زبان کے بل بوتے پر ریاست کے اس خونی ڈرامہ میں سرتاج مدینہ نور دو عالم حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی شامل کرنے کی ناپاک کوشش کی ہے چنانچہ الجہاد فی الاسلام میں لکھتے ہیں:۔

"رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تیرہ برس تک عرب کو اسلام کی دعوت دیتے رہے۔ وعظ و تلقین کا جو موثر سے موثر انداز ہو سکتا تھا اسے اختیار کیا مضبوط دلائل دیئے واضح بحثیں پیش کیں۔ فصاحت و بلاغت اور زور خطابت سے لوگوں کے دلوں کو گرمایا۔ اللہ کی جانب سے محیر العقول معجزے دکھلائے اپنے اخلاق اور پاک زندگی سے نیکی کا بہترین نمونہ پیش کیا اور کوئی ذریعہ ایسا نہ چھوڑا جو

حق کے اظہار و اثبات کے لئے مفید ہو سکتا تھا لیکن آپ کی قوم نے آفتاب کی طرح آپ کی صداقت کے روشن ہونے کے باوجود آپ کی دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا ...... لیکن جب وعظ و تلقین کی ناکامی کے بعد داعئ اسلام نے ہاتھ میں تلوار لی ...... تو دلوں سے رفتہ رفتہ بدی و شرارت کا زنگ چھوٹنے لگا۔ طبیعتوں سے فاسد مادے خود بخود نکل گئے۔ روحوں کی کثافتیں دور ہو گئیں اور آنکھوں سے پردہ ہٹ کر حق کا نور صاف عیاں ہو گیا۔ بلکہ گردنوں میں وہ سختی اور سروں میں وہ نخوت بھی باقی نہیں رہی۔ جو ظہورِ حق کے بعد انسان کو اس کے آگے جھکنے سے باز رکھتی ہے۔ عرب کی طرح دوسرے ممالک نے بھی جو اسلام کو اس سرعت سے قبول کیا۔ کہ ایک صدی کے اندر چوتھائی دنیا مسلمان ہو گئی۔ تو اس کی وجہ بھی یہی تھی کہ اسلام کی تلوار نے ان پردوں کو چاک کر دیا جو دلوں پر پڑے ہوئے تھے جس کے اندر کوئی اخلاقی تعلیم نہیں پنپ سکتی۔ ان حکومتوں کے تختے الٹ دیئے۔ جو حق کی دشمن اور باطل کی پشت پناہ تھی۔" (الجہاد فی الاسلام ص ۱۳۷ و ص ۱۳۸)

گویا معاذ اللہ رسولِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم اپنے مضبوط دلائل، زورِ خطابت، اور محیر العقول معجزات

کے باوجود ناکام ہوئے۔ اور تلوار اور فقط تلوار کامیاب ہوئی۔ جیسا کہ اسلام کے رسوائے عالم بدترین اور ظالم مخالفوں کا دعوے ہے کہ:۔

"محمدؐ کے جنرل ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں تلوار لے کر تلقین کرتے تھے۔" [۱] (ڈوزی)

آپ (یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم) ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں قرآن لے کر مختلف اقوام کے پاس جاتے ہیں۔" [۲] (سمتھ)

"جب آپ کی جمعیت بڑھ گئی۔ تو آپ نے دعویٰ کیا کہ مجھے ان پر حملہ کرنے اور بزور شمشیر بت پرستی مٹا کر دین حق کے قائم کرنے کی اجازت منجانب اللہ مل گئی ہے۔" (جارج سیل)

کیا ملت بیضا کی پوری تاریخ میں یہ حادثہ کچھ کم درد انگیز ہے کہ بیسویں صدی میں "تحریک اسلامی" کی قیادت کا دعوے کرنے والوں کی تلاش کی گئی تو وہ اسلام کے نقاد منفقین اور ہمدردان کی بجائے دشمنان اسلام کی صفوں میں پائے گئے۔

دوستوں سے اس قدر صدمے اٹھائے ہم نے
دشمنوں سے دشمنی کا سب گلہ جاتا رہا

خدا تعالےٰ دین حق کو نادان دوستوں سے بچائے۔

---

[۱] ص ۲ [۲] ص ۳ بحوالہ تحقیق الجہاد مصنفہ اعظم یار جنگ مرحوم

جماعت اسلامی کے سیاسی عزائم کے متعلق بڑے بڑے انکشافات ہوئے ہیں۔ مگر میں اس پر مزید کچھ عرض کرنے کی بجائے مذہبی پہلو کی طرف آتا ہوں۔

مذہبی نقطۂ نظر اسلامی جماعت کے مذہبی کارناموں کا جائزہ لینے سے قبل یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ تیرھویں صدی کے مجدد حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۸۳۱ء میں بالاکوٹ کے مقام پر جامِ شہادت نوش فرمایا۔ اور ساتھ ہی نظام اسلامی کا صحیح نقشہ بھی "شہید" ہو گیا۔ اور پھر مغربی اور مشرقی تحریکوں کی اسلام پر زبردست یلغار کے نتیجہ میں ایسے ایسے باریک اور پیچیدہ مسائل پیدا ہو گئے۔ کہ اسلام کا چودہ سو سالہ لٹریچر بالکل غارت ہو گیا۔ اور خدا کی طرف سے برپا ہونے والے مامور کے سوا امکان ہی نہ رہا۔ کہ کوئی شخص محض اپنے ذاتی اجتہاد سے خواہ وہ گزشتہ مجددین امت میں سے کیوں نہ ہو ان بدلے ہوئے حالات میں امت کی راہ نمائی کرتے ہیں کامیاب ہو سکتا ہے۔ چنانچہ مولانا مودودی فرماتے ہیں کہ

> اس دور میں تجدید دین کے لئے صرف علوم دینیہ کا احیاء اور اتباع شریعت کی رُوح کو تازہ کر دینا ہی کافی نہیں تھا۔ بلکہ ایک جامع اور ہمہ گیر اسلامی تحریک کی ضرورت تھی۔ نیز تجدید کا کام مئی اجتہادی قوت کا طالب تھا۔ محض وہ اجتہادی بصیرت جو شاہ ولی اللہ صاحب یا ان سے پہلے مجتہدین

ومجددین کے کارناموں میں پائی جاتی ہے۔ اس وقت کے کام سے عہدہ برآ ہونے کے لئے کافی نہیں تھی۔ (تجدید احیائے دین ص۹۷)

"زمانہ بالکل بدل چکا تھا۔ اور علم وعمل کی دنیا میں ایسا عظیم تغیر واقع ہو چکا تھا کہ جس کو خدا کی نظر تو دیکھ سکتی تھی۔ مگر کسی غیرنبی انسان کی نظر میں یہ طاقت نہیں تھی۔ کہ قرنوں اور صدیوں کے پردے اٹھاکر ان مسائل تک پہنچ سکیں"۔ (تنقیحات ص۲۷)

نیز لکھا:۔

" اکثر لوگ اقامتِ دین کی تحریک کے لئے کسی ایسے مرد کامل کو ڈھونڈتے ہیں، جو ان میں سے ایک ایک شخص کے تصور کمال کا مجسمہ اور جس کے سارے پہلو قوی ہی قوی ہوں۔ کوئی پہلو کمزور نہ ہو۔ دوسرے الفاظ میں یہ لوگ دراصل نبی کے طالب ہیں، اگرچہ زبان سے ختم نبوت کا اقرار کرتے ہیں۔ اور کوئی اجرائے نبوت کا نام بھی لے دے۔ تو اس کی زبان گدی سے کھینچنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ مگر اندر سے ان کے دل ایک نبی مانگتے ہیں۔ اور نبی سے کم کسی پر راضی نہیں ہیں کہ اس کی قیادت میں دین کی اقامت کے لئے جدوجہد کریں۔

(مسلمان ۲۸ فروری ۱۹۴۲ء)

اسلامی حکومت کا شاندار تصور

چنانچہ اس نازک ترین وقت میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا۔ آپ نے خدا کے حکم سے ایک عظیم الشان اسلامی جماعت کی بنیاد رکھی۔ اور اسلام کی نشأۃ ثانیہ احیاء اور تجدید کا شاندار تصور پیش کرتے ہوئے یہ دلربا اعلان فرمایا کہ:-

"خدا چاہتا ہے کہ اُن تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے۔ اور اپنے بندوں کو دینِ واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں بھیجا گیا ہوں۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے" (الوصیت)

یہ اسی ولولہ انگیز اعلان کا نتیجہ تھا کہ آپ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۱۹۳۷ء میں عین اس وقت جبکہ فرنگی نظام کی پوری مشینری جماعت احمدیہ کے مقدس امام اور مقدس مرکز کے خلاف حرکت میں آرہی تھی۔ ایک بار پھر یہ منادی کی کہ:-

"سوائے ان باتوں کے جن میں حکومت ہمارا ہاتھ روک دیتی ہے . . . . . اور ادنیٰ سے ادنیٰ اسلامی حکم جاری

کرنا اور اسلامی حکومت کا ہر نقشہ دنیا میں قائم کر دینا ضروری ہے ..... ہم نے تو کبھی ..... یہ بات نہیں چھپائی کہ ہم دنیا میں اسلامی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ بلکہ ہم کھلے طور پر کہتے ہیں کہ ہم اسلامی حکومت دنیا میں قائم کر کے رہیں گے (انشاء اللہ) ہم جس چیز کا انکار کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ تلوار اور فتنہ و فساد کے زور سے ہم اسلامی حکومت قائم نہیں کریں گے۔ بلکہ دلوں کو فتح کر کے اسلامی حکومت قائم کریں گے۔" (الفضل ۱۸ مارچ ۱۹۴۷ء)

گم گشتہ نقشہ اور اس کے نکات

امام عصر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صرف یہ نعرہ ہی بلند نہیں کیا۔ کہ میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے آیا ہوں بلکہ آپ نے اسلام کو ثریا سے لاکر وہ گم گشتہ نقشہ بھی عطا فرمایا جس پر مستقبل میں اسلام کا عالمگیر نظام قائم ہونے والا تھا۔ اور جس کے چند بنیادی نکات یہ ہیں :-

(۱) اسلامی نظام کی اساس قرآن مجید ہے۔ جو خدا کا زندہ اور ابدی کلام ہونے کی وجہ سے ہر چیز پر مقدم ہے۔

(۲) قرآن مجید کے بعد سنتِ رسول کا مقام ہے۔ جو آپ کی مخصوص اصطلاح میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی فعلی روش سے تعبیر پاتا ہے۔

(۳) سنتِ رسول کے بعد ہر اس حدیث نبوی کو پیش نظر رکھنا ضروری

ہے جو قرآن وسنت کی روح سے ہم آہنگ ہو خواہ وہ علم روایت کی ریسرچ گاہوں میں مجروح ہی کیوں نہ قرار دی گئی ہو۔

(۴) خلفائے اربعہ، مجددین ائمہ اربعہ اور دوسرے سلف صالحین کی عزت واحترام کرنا ہر مسلم کا فرض ہے۔ مگر ہر مسئلہ میں ان کی تقلید لازم نہیں۔ البتہ حضرت امام ابوحنیفہ کی شخصیت اپنی بصیرت، قوت اجتہاد اور باریک نظری کے باعث سب ائمہ دین سے ممتاز ہے۔

(۵) قرآن مجید ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ جس میں قیامت تک ہر قسم کی ضرورتوں کے سامان موجود ہیں اس لئے موجودہ علوم اور انکشافات سے مشوش ہونے کی چنداں ضرورت نہیں ہے

اسلامی نقشہ کی تفصیلات میں راہنمائی } یہ تو ہے فقط اصولی نقشہ اس کے بعد تفصیلات کا مرحلہ آتا ہے جس میں آپ نے خداداد تفقہ اور قوت اجتہاد کے ساتھ اسلامی نظام حیات کے ہر اہم گوشے پر ایسی زبردست روشنی ڈالی کہ بس دن ہی چڑھا دیا۔ دوسری طرف وہ فروعی اختلافات جن میں پورا عالم اسلام صدیوں سے بری طرح الجھا ہوا تھا ختم کردیئے۔ اور ان کی پوری توجہ اس بلند نصب العین کی طرف مرکوز کردی۔ کہ وہ اپنے دل پر قرآنی حکومت قائم کرکے دنیا بھر کو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں لا ڈالیں۔ جن کی کفش برداری تخت شاہی سے افضل ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آنے والے حالات کا

اپنی کشفی نگاہ سے نظارہ کرتے ہوئے اپنی وفات سے تین برس پیشتر یہ ہدایت فرمائی کہ:-

"اسلام کی خوبیوں کی ایک جامع کتاب تالیف کی جائے جس میں سر سے پاؤں تک اسلام کا پورا نقشہ کھینچ جائے" (بار ۱۹۰۵ء)

سو آپ کی وصیت کے مطابق حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ۱۹۲۴ء میں "احمدیت یعنی حقیقی اسلام" میں وہ جامع نقشہ بھی پیش کر دیا۔ یہ نقشہ دنیا کی مختلف زبانوں میں منتقل ہو کر یورپ امریکہ۔ افریقہ اور دوسرے ممالک میں بکثرت شائع کیا گیا ہے۔ اور جماعت کے سرفروش اور جاں نثار مجاہد اسے عملی صورت دینے کے لئے دنیا کے گوشے گوشے میں علم اسلام بلند کئے ہوئے ہیں۔ اور ان کی منظم جدوجہد سے کفر و الحاد کے پرشکوہ قلعے مسمار ہو رہے ہیں۔ یہ وہ حیرت انگیز اسلامی مہم ہے جس کا اقرار خود پچھلے سال اکابر جماعت کو بھی کرنا پڑا ہے۔

اکابر جماعت اسلامی اور حیرت انگیز اسلامی مہم

"قادیانیت میں نفع رسانی کے جو جوہر موجود ہیں۔ ان میں اولیت جس جدوجہد کو حاصل ہے جو اسلام کے نام پر یہ لوگ غیر مسلم ممالک میں جاری رکھے ہوئے ہیں۔ یہ قرآن مجید کو غیر ملکی زبانوں میں پیش کرتے ہیں۔ تثلیث کو باطل ثابت کرتے ہیں۔ سید المرسلین کی سیرت طیبہ کو پیش کرتے ہیں۔

ان ممالک میں مساجد بنواتے ہیں۔ اور جہاں کہیں ممکن ہو اسلام کو امن و سلامتی کے مذہب کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں۔"

(المنیر ۲۳ فروری ۱۹۵۶ء)

"قادیانی تنظیم کا تیسرا پہلو تبلیغی نظام ہے جس نے اس جماعت کو بین الاقوامی جماعت بنا دیا ہے۔ اس سلسلہ میں یہ حقیقت اچھی طرح سمجھ لینے کی ہے۔ کہ بھارت، کشمیر، انڈونیشیا، اسرائیل، جرمن، ہالینڈ، سوئٹزرلینڈ، امریکہ، برطانیہ، دمشق، نائیجیریا، افریقی علاقے اور پاکستان کی تمام قادیانی جماعتیں مرزا محمود احمد صاحب کو اپنا امیر اور خلیفہ تسلیم کرتی ہیں۔ اور اس کے علاوہ دوسرے ممالک کی جماعتوں اور افراد نے کروڑوں روپوں کی جائدادیں صدر انجمن احمدیہ ربوہ اور صدر انجمن احمدیہ قادیان کے نام وقف کر رکھی ہیں۔"

(المنیر ۲ مارچ ۵۶ء)

"۱۹۵۴ء میں جب جسٹس منیر انکوائری کورٹ میں علم اور اسلامی مسائل سے دل بہلا رہے تھے۔ اور تمام مسلم جماعتیں قادیانیوں کو غیر مسلم ثابت کرنے کی جدوجہد میں مصروف تھیں۔ قادیانی عین انہی دنوں ڈچ اور بعض دوسری غیر ملکی زبانوں میں ترجمہ قرآن کو مکمل کر چکے تھے اور انہوں نے انڈونیشیا کے صدر حکومت کے علاوہ گورنر جنرل پاکستان مسٹر غلام محمد اور جسٹس منیر کی خدمت میں یہ

تراجم پیش کئے۔ گویا بزبانِ حال وقال یہ کہہ رہے تھے کہ ہم ہیں وہ غیر مسلم اور خارج از ملتِ اسلامیہ جماعت جو اس وقت جبکہ آپ ہمیں کافر قرار دینے کے لئے پر تول رہے ہیں۔ ہم غیر مسلموں کے سامنے قرآن ان کی مادری زبان میں پیش کر رہے ہیں"

(المنیر ۱۰ر اگست ۱۹۵۶ء)

فطرت کی آواز! یہ تمام حقائق دیکھ کر فطرت بول اٹھتی ہے کہ آج جو مسلمان بھی اسلام کی عالمگیر اسلامی حکومت کے قیام کا دل سے خواہاں ہے۔ اس کے لئے امام عصر کے مقدس دامن سے وابستہ ہوئے بغیر کوئی چارہ کار نہیں کیونکہ عالمگیر اسلامی حکومت فاشی نظام قائم کرنے اور تخریبی کارروائیوں سے پیدا نہیں ہوسکتی۔ بلکہ دلوں کے فتح کرنے سے پیدا ہوسکتی ہے۔ جس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے تھے مگر افسوس مولانا مودودی نے اس طبعی اور سنت اللہ کے عین مطابق سیدھے سادے طریق کو چھوڑ کر یہ انوکھی راہ تجویز کی۔ کہ انہوں نے نقیبہ شہر کی طرح امام وقت کے لٹریچر سے بائیکاٹ کی بجائے آپ کے لائے ہوئے اسلامی نقشے کا باریک اور تفصیلی مطالعہ کرنے اور ایک حد تک اپنانے کے بعد ۲۵ر اگست ۱۹۴۱ء کو لاہور میں الگ ایک نئی جماعت قائم کرلی۔ اور اعلان کیا کہ:۔

"میں نے ماضی یا حال کے کسی شخص سے دین کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ بلکہ میں نے اپنا دین براہ راست خدا

خدا کی کتاب اور رسول کی سنت سے اخذ کیا ہے"

(کوثر ۱۳ جولائی ۴۸ء)

یہ حقیقت مولانا کے عقیدت مندوں کے لئے سب سے زیادہ تلخ اور ناگوار ہے مگر جب تک مولانا کا لٹریچر موجود ہے۔ یہ حقیقت محض تلخی کے اظہار سے بدل نہیں سکتی۔ چونکہ وقت کم ہے۔ اس لئے اس امر پر مختصراً روشنی ڈالوں گا۔

پہلا بنیادی نکتہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لائے ہوئے نقشہ کا پہلا بنیادی نکتہ یہ تھا کہ قرآن مجید ہر چیز پر مقدم ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا

"ایک اور غلطی مسلمانوں کے درمیان ہے۔ کہ وہ حدیث کو قرآن کریم پر مقدم کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ بات غلط ہے۔ قرآن شریف ایک یقینی مرتبہ رکھتا ہے۔ اور حدیث کا مرتبہ ظنی ہے۔"

(احمدی اور غیر احمدی میں فرق صفحہ ۱۶)

مودودی صاحب نے لکھا ہے کہ:۔

"صحیح علاج بجز اس کے اور کوئی نہیں کہ جس ترتیب کو الٹ دیا گیا ہے اسے پھر سیدھا کر دیا جائے۔ قرآن کو اپنی پیشوائی کا مقام دیجئے۔ جو عہدِ رسالت میں خود رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب البیت ...... دیتے تھے۔"

(ترجمان القرآن جولائی ۱۹۳۴ء)

دوسرا بنیادی نکتہ } حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لائے ہوئے نقشہ کا دوسرا بنیادی نکتہ یہ تھا کہ:۔

"ہم سنت و حدیث کو ایک چیز نہیں قرار دیتے جیسا کہ رسمی محدثین کا طریق ہے۔ بلکہ حدیث الگ چیز ہے سنت سے مراد ہماری صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی فعلی روش ہے۔ جو اپنے اندر تواتر رکھتی ہے۔"

(ریویو بر مباحثہ محمد حسین بٹالوی و عبداللہ چکڑالوی)

مولانا مودودی نے مسلمانوں کو بتایا کہ:۔

"ملتِ اسلامیہ کی عمارت دراصل اس ترتیب پر قائم ہے کہ پہلے قرآن اور پھر رسول اللہ کی سنت"

(تفہیمات صفحہ ۱۱۹)

"عام لوگوں میں غلط فہمی پیدا ہونے کا بڑا سبب یہ ہے کہ حدیث اور سنت کے فرق سے ناواقفیت ہے سنّت اس طریقے کو کہتے ہیں جسے حضور نے خود اختیار فرمایا۔ اور امت میں اسے جاری کیا۔ ... اس کے برعکس حدیث سے مراد وہ روایات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نے کیا کیا۔ اور کس چیز کو کرنے کا حکم دیا۔ اس لحاظ سے حضور کی پوری زندگی کا طور طریقہ سنت ہے۔"

(تسنیم ۱۷ مئی ۱۹۵۵ء)

تیسرا بنیادی نکتہ } حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لائے ہوئے نقشہ کا تیسرا نکتہ یہ تھا۔ کہ قرآن و سنت کے بعد حدیث کا مرتبہ ہے (احمدی اور غیر احمدی میں فرق) اور مولانا مودودی نے بھی اپنے لٹریچر میں یہی مسلک اختیار فرمایا ہے۔

چوتھا بنیادی نکتہ } حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لائے ہوئے نقشہ کا چوتھا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ:۔

"اہل بصیرت اور معرفت ..... کی اس حد تک تقلید ضروری ہے جب تک بداہت معلوم نہ ہو کہ اس شخص نے عمداً یا سہواً قرآن اور احادیث نبویہ کو چھوڑ دیا ہے۔ کیونکہ ہر ایک نظر دقائق تک نہیں پہونچ سکتی۔"

(مجموعہ فتاویٰ احمدیہ جلد اول ص۵ مطبوعہ ۱۹۰۳ء)

نیز فرماتے ہیں:۔

"امام ابو حنیفہ اپنی قوت اجتہاد ..... میں ائمہ ثلاثہ باقیہ سے افضل و اعلیٰ تھے۔ ان کی قوت مدرکہ کو قرآن مجید کے سمجھنے میں ایک خاص دستگاہ تھی۔ اسی وجہ سے اجتہاد و استنباط میں ان کے لئے وہ درجہ علیا ہے جن تک پہونچنے میں دوسرے سب لوگ قاصر تھے۔"

(ازالہ اوہام ص۲۹۲)

(یاد رہے مولانا مودودی ۲۵ ستمبر ۱۹۰۳ء میں پیدا ہوئے۔ اور یہ

کتاب ان کی پیدائش سے بھی دس سال پہلے ۱۸۹۲ء کی ہے) مولانا مودودی نے اسے لفظاً لفظاً تسلیم کرتے ہوئے اپنی جماعت کو یہ تلقین کی۔ کہ "قرآن اور احادیث کے احکام کے مطابق آپ کو چلانے والے بہرحال انسان ہی ہوں گے۔ اس لئے ان انسانوں کی اطاعت کے بغیر تو گزارہ نہیں۔ البتہ ضرورت جس بات کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ آپ انسانوں کے پیچھے آنکھیں بند کرکے نہ چلیں اگر وہ قرآن و حدیث کے مطابق چلائیں۔ تو ان کی اطاعت آپ پر فرض ہے" (خطبات طبع ہفتم ص۶۸)

"خصوصیت کے ساتھ جس فقیہہ اعظم کی قانونی بصیرت اور فقیہانہ نکتہ سنجی نے سب سے بڑھ کر ان ارشادات کو سمجھا وہ امام ابوحنیفہ ہیں۔ فقہائے اسلام میں سے کوئی بھی اس معاملہ میں ان کا ہمسر نظر نہیں آتا۔"

(سود ص۱۳)

یہاں میں درد بھرے دل سے یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ مولانا مودودی نے احمدیت کی تعلیم کے سراسر خلاف اور علمائے امت کی اتباع واجب قرار دینے کے باوجود گزشتہ مجددین اور ائمہ دین پر بے محابا تنقیدی نشتر چلائے ہیں۔ اور حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم تک کو بڑی بے باکی سے طعن و استہزا کا نشانہ بنایا ہے۔ جس سے ایک پاکباز اور سچے مسلمان کا جگر پارہ پارہ دل چھلنی اور آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں مثلاً اپنی کتاب "تجدید

واحیائے دین" میں حضرت سید احمد بریلویؒ اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے متعلق لکھتے ہیں :-

"جب وہ اسلامی انقلاب برپا کرنے کے لئے اٹھے تھے تو انہوں نے سارے انتظامات کئے۔ مگر اتنا نہ کیا کہ اہل نظر علماء کا ایک وفد یورپ بھیجتے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کس طرح ان بزرگوں کی نگاہ دوررس سے معاملہ کا یہ پہلو بالکل ہی اوجھل ہو گیا۔ بہرحال ان سے یہ چوک ہوئی۔" (ص۹۷)

حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ محدث دہلوی پر افسوسناک حملہ کرتے ہوئے کہتے ہیں :-

"مسلمانوں کے اس مرض (کشف والہام ناقل) سے نہ حضرت مجدد صاحب واقف تھے اور نہ شاہ صاحب یہی وجہ ہے کہ دونوں بزرگوں نے ان بیماروں کو پھر وہی غذا دے دی۔ جو اس مرض میں مہلک ثابت ہو چکی تھی" (ص۷۴)

امام غزالیؒ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"امام غزالی کے تجدیدی کام میں علمی و فکری حیثیت سے چند نقائص بھی تھے۔" (ص۵۱)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں ان کا "فرمان" ہے :-

"حضرت عثمان ان خصوصیات کے حامل نہ تھے۔ جو ان کے جلیل القدر پیشروؤں کو عطا ہوئی تھیں۔ اور اسلئے

جاہلیت کو اسلامی نظام اجتماع کے اندر گھس آنے کا راستہ مل گیا۔" صفحہ ۲۳

اور پھر ان کے جلیل القدر پیشروؤں یعنی حضرت عمر فاروق رضؓ اور حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے متعلق آپ یہاں تک گوہر افشانی فرماتے ہیں:-

"حضرت عمر کے قلب سے وہ جذبہ اکابر پرستی جو زمانہ جاہلیت کی پیداوار تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک بھی پوری طرح محو نہ ہوا تھا۔ اور آخرکار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ابھر ہی آیا۔"

"اسلام کا یہ نازک ترین مطالبہ ہے۔ اور اتنا نازک ہے کہ ایک مرتبہ صدیق اکبر جیسا بےنفس اور سراپا للہیت انسان بھی اس کو پورا کرنے سے چوک گیا۔ اور ایسی حرکت آپ سے سرزد ہوئی جو اسلام کی روح کے خلاف ہے۔" (ترجمان القرآن بحوالہ "فرقہ سازی کی افسوسناک مہم" از مولانا محمد الیاس صاحب)

پانچواں بنیادی نکتہ } حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نقشہ کا پانچواں بنیادی نکتہ یہ ہے کہ قرآن مجید قیامت تک کے مسائل کی راہ نمائی کے لئے کافی ہے، اس لئے علوم مغربی کے سامنے سپرانداز ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا قرآن خدا کا قول ہے اور سائنس اس کا فعل چنانچہ فرمایا:-

"میں ان مولویوں کو غلطی پر سمجھتا ہوں۔ جو علوم جدیدہ

کی تعلیم کے مخالف ہیں۔ وہ دراصل اپنی غلطی چھپانا چاہتے ہیں۔ ان کے ذہن میں یہ بات سمائی ہوئی ہے۔ کہ علوم جدیدہ کی تحقیقات اسلام سے بدظن اور گمراہ کر دیتی ہے۔ اور یہ اقرار کئے بیٹھے ہیں کہ سائنس اور اسلام بالکل متضاد چیزیں ہیں۔ پس ضرورت ہے کہ آجکل دین کی خدمت اور اعلائے کلمۃ اللہ کی غرض علوم جدیدہ حاصل کرو اور بڑی جدوجہد سے کام لو"

(ملفوظات حضرت مسیح موعود جلد اول صفحہ ۶۶)

"نہایہ نکتہ ہی ایسا تھا جس نے مسلمانوں کے سامنے فکر و اجتہاد کی بے شمار راہیں کھول دیں اور مولانا مودودی اس کی مجسم بنکر پکار اٹھے کہ

"مغربی علوم و فنون بجائے خود سب کے سب مفید ہیں اور اسلام کو ان میں سے کسی کے ساتھ دشمنی نہیں بلکہ ایجابًا میں یہ کہوں گا کہ جہاں تک حقائق علمیہ کا تعلق ہے۔ اسلام ان کا دوست ہے۔ اور وہ اسلام کے دوست ہیں۔"

(ترجمان القرآن ستمبر ۱۹۳۶ء)

تفصیلات کے اعتبار سے چند حیرت انگیز مثالیں

مولانا مودودی کے لٹریچر میں اسلامی نقشہ کے ان اصولی نکات کے علاوہ اس کی تفصیلات میں بھی امام عصر کے فیض علم و عرفان کے جابجا شواہد موجود ہیں۔ اور زبان حال کہہ رہے ہیں ع

انہی کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری ہے بات انکی
اس ضمن میں بطور نمونہ چند حیرت انگیز مثالیں ہدیہ قارئین کرتا ہوں
پہلی مثال ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔
"وہ لوگ باطل پر ہیں کہ روح القدس ولیوں اور نبیوں سے کسی وقت الگ ہو جانے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔"
(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۹۲ مطبوعہ ۱۸۹۳ء)
مودودی صاحب لکھتے ہیں۔
"اللہ کا تعلق اپنے انبیاء کے ساتھ کوئی عارضی تعلق نہیں کہ جب کبھی اس کو اپنے بندے تک کوئی پیغام پہنچانا ہو بس اس وقت یہ تعلق قائم اور اس کے منقطع ہو جانے لئے۔"
(ترجمان القرآن جولائی ۱۹۳۵ء بحوالہ تنقیحات)
دوسری مثال ۔ یورپ اور امریکہ میں اسلام کو غلامی کے مسئلے کی آڑ میں جتنا بدنام کیا گیا ہے۔ وہ ظاہر ہی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے موجودہ زمانہ کے متعلق قرآنی تعلیمات سے یہ امر پیش کر کے دشمنانِ دین کے زہریلے پروپیگنڈے کی دھجیاں بکھیر دیں چنانچہ فرمایا:۔
"اسلام کے مقابل پر جو لوگ کافر کہلاتے ہیں انہوں نے یہ تعدی اور زیادتی کا طریق چھوڑ دیا ہے۔ اس لئے اب مسلمانوں کے لئے بھی روا نہیں کہ ان کے قیدیوں کو لونڈی غلام بنا دیں۔" (چشمۂ معرفت حاشیہ صفحہ ۲۴۲)

مولانا مودودی نے بھی مسئلہ غلامی کی اسی حقیقت کو حصار عافیت سمجھا اور یہ نظریہ پیش فرمایا کہ:۔

"نظام شریعت میں جنگی قیدیوں کو لونڈی غلام بنانے کی اجازت ایسی حالت میں دی گئی ہے۔ جبکہ وہ قوم جس سے ہماری جنگ ہو نہ قیدیوں کے تبادلے پر راضی ہو۔ نہ فدیہ لے کر ہمارے قیدی چھوڑے۔ نہ فدیہ دے کر اپنے قیدی چھڑائے" (رسائل و مسائل)

تیسری مثال ۔ رفع یدین کا مسئلہ وہابی اور بریلوی حضرات کا مشہور موضوع اختلاف ہے۔ جس نے مدت سے مسلمانوں میں سخت کشیدگی پیدا کر رکھی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آسمانی جج کے فرائض سرانجام دیتے ہوئے اس کے متعلق یہ فیصلہ دیا کہ:۔

"اس میں چنداں حرج نہیں معلوم ہوتا ہے۔ خواہ کوئی کرے یا نہ کرے۔ اعادیث میں اس کا ذکر دونوں طرح پر ہے" (بدر ۳۱ راکتوبر ۱۹۰۳ء)

اور مولانا مودودی لکھتے ہیں۔

"اس کے فعل اور ترک دونوں کی تائید میں دلائل مجھ کو تقریباً مساوی الوزن نظر آتے ہیں"

(رسائل و مسائل ص۲۴)

چوتھی مثال ۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے موجودہ مسلمانوں کے طریق کے خلاف آواز بلند کرتے ہوئے فرمایا:۔

"آجکل جلدی جلدی نماز کو ادا کرتے ہیں۔ اور پیچھے لمبی دعائیں کرنے بیٹھتے ہیں۔ یہ بدعت ہے۔"

(بدر ۱۶ مارچ ۱۹۰۴ء)

مولانا مودودی نے اس پر بعض علماء کا غلاف چڑھا کر یہ فتویٰ دیا کہ:-

"اس میں شک نہیں کہ نبی صلعم کے زمانہ میں یہ طریق رائج نہ تھا جو اب رائج ہے کہ نماز باجماعت کے بعد امام اور مقتدی سب ملکر دعا مانگتے ہیں۔ اسی بناء پر بعض علماء نے اس طریقے کو بدعت ٹھہرایا ہے۔"

(رسائل و مسائل صفحہ ۲۱۲)

وہ بعض علماء حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سوا اور کون ہیں؟

پانچویں مثال۔ سفر کی تعیین کے لئے فقہا میں بڑی بڑی بحثیں ہوتی ہیں۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس ایک فقرے میں اس کا حل کر دیا کہ:-

"ایسے موقعہ پر دل کے اطمینان کو دیکھ لینا چاہیئے کہ اگر وہ بغیر کسی خلجان کے فتویٰ دے کہ یہ سفر ہے تو قصر کرے۔ استفت قلبك (بدر ۲۳ جنوری ۱۹۰۸ء)

مولانا مودودی نے ایک دوسرے پیرایہ میں اسے یوں بیان کیا کہ:-

"شارع نے سفر کے مفہوم کو عرف عام پر چھوڑ دیا ہے اور یہ بات ہر شخص بآسانی جان سکتا ہے کہ کب وہ

سفر میں ہے۔ اور کب وہ سفر میں نہیں "
(رسائل و مسائل صفحہ ۲۱۵)

چھٹی مثال ۔ فوٹو کے متعلق آج تک مسلمانوں کے علماء بڑے متشدد ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ تعلیم دی کہ چند مستثنیات کے سوا اسلام اس کے جواز کے حق میں ہے چنانچہ فرمایا :

"کسی خونی مجرم کی تصویر اس غرض سے لے لیں کہ اس کے ذریعہ شناخت کر کے گرفتار کر لیا جائے۔ تو نہ صرف جائز ہوگا بلکہ اس سے کام لینا فرض ہوگا۔ یاد رکھو اسلام بُت نہیں بلکہ زندہ مذہب ہے۔"
(الحکم ۲۸ فروری ۱۹۰۲ء)

مولانا مودودی نے یہ فتویٰ دیا کہ :
"میٹرک کے لئے تصویر کھچوانے میں کوئی مضائقہ نہیں اس طرح میرے نزدیک پاسپورٹ تفتیش جرائم بھی تحقیقات اور ضروریات جہاد اور ناگزیر تعلیمی اغراض کے لئے بھی فن تصویر کا استعمال درست ہے۔"
(رسائل و مسائل صفحہ ۱۹۲)

کچھ عرصہ ہوا جماعت اسلامی کے ایک ضلعی امیر جو ۱۹۵۳ء کی "تحریک ختم پاکستان" کے سلسلہ میں بھی ماخوذ رہے ہیں یہاں میرے پاس تشریف لائے۔ اور تبادلہ خیالات کرتے ہوئے فرمایا کہ تم نے رسالہ الفرقان میں جماعت اسلامی کے متعلق یہ دعوےٰ کیا

ہے کہ مولانا مودودی نے جناب مرزا صاحبؑ کے لٹریچر سے استفادہ کیا ہے۔ کیا تمہارے پاس اس کے ثبوت میں ان کی کوئی تحریر بھی موجود ہے۔؟ گفتگو چونکہ عام دوستانہ ماحول اور بے تکلفی کے انداز میں ہو رہی تھی اس لئے میں نے بھی مسکراتے ہوئے عرض کیا۔ میرا کام **تو مال برآمد کرنا تھا سو میں نے مال برآمد کر لیا ہے۔ اب یہ صالحین کرام کا کام ہے کہ وہ اس کا اعتراف کریں یا صاف انکار کر دیں!!**

ایک دردناک المیہ برحال یہ ایک دردناک المیہ ہے۔ کہ مولانا مودودی نے اپنی زندگی کے اس پہلو کے متعلق آج تک نہایت درجہ پُر اسرار خاموشی اختیار کر رکھی ہے اور اس بات کا خاص اہتمام فرمایا ہے کہ کسی کتاب میں اس امر کا اشارۃً بھی ذکر نہ آنے پائے کہ انہوں نے **بانی سلسلہ احمدیہ** کے ارشادات سے بھی استفادہ کیا ہے۔ مولانا ایک دفعہ گجرات تشریف لے گئے۔ چند نوجوانوں نے برسبیل تذکرہ یہ سوال کیا کہ "مرزائیت" کے متعلق آپ کا کیا نظریہ ہے فرمایا:

"جس تحریک پر بھی تنقید کرنی ہو اس کا غائر مطالعہ کرنا چاہیئے۔ لیکن میری حالت یہ ہے کہ اگر (اس کے) لٹریچر کی کوئی کتاب پڑھتا ہوں۔ تو پندرہ منٹ کے بعد میرے درد سر شروع ہو جاتا ہے۔ حقیقۃ الوحی ہی کو لیجئے جو مرزا صاحب کے زعم میں بلند پایہ کتاب ہے اس میں کچھ تحریر کا مطالعہ کیجئے۔ ایک حاشیہ آجائیگا۔

اس حاشیہ کو پڑھئے ایک دوسرے حاشیہ سے
واسطہ پڑے گا۔ پھر تیسرا حاشیہ اس میں چوتھا
حاشیہ ..... اب جس شخص کو فصل خطاب ہی
عطا نہ ہوا ہو نبوت کیا خاک کر سکتا ہے؟"
(آزاد ۹ر نومبر ۵۰ء)

امام عصر کا انقلاب آفریں لٹریچر

اس دلچسپ لطیفہ سے قطع نظر کہ حقیقۃ الوحی میں سرے سے
اس طرز کا کوئی حاشیہ در حاشیہ موجود نہیں۔ بیان شدہ حقائق
کی روشنی میں یہ بات بالکل نمایاں ہو جاتی ہے کہ حضور کی طرز
نگارش اور دلآویز اسلوب بیان کی تنقیص سے دراصل حقیقت
پر پردہ ڈالنا مقصود ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا
انقلاب آفرین لٹریچر موجود ہے۔ اس لٹریچر کے حیرت انگیز نتائج
ایک عالم کے سامنے ہیں۔ اور خود ان کی جماعت کے سربرآوردہ
افراد کو اس کی شاندار عظمتوں کا اقرار ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔

"۱۸۳۱ء میں ایک تحریک اقامت دین بالاکوٹ کے
جلوہ گاہ شہادت میں بظاہر ناکام ہو چکی تھی۔ اور ۱۸۵۷ء
میں ہندوستان کے اقتدار کی ٹمٹماتی ہوئی شمع بھی
بجھ چکی تھی۔ جو بہر حال مسلمانوں کے مایوس اور تاریک
دلوں میں ایک امید کی کرن روشن رکھتی تھی۔ دوسری
طرف انگریزی اقتدار کے جلو میں مکار پادری جدید
علم کلام کے حربوں سے اسلام کی حقانیت پر

حملہ آور تھے۔ اور مسلمانوں کو بتاتے تھے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ اور حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فوت ہو چکے ہیں۔ اس لئے عیسائیوں کو دنیا میں عروج اور غلبہ حاصل ہے۔ اور مسلمانوں کی قسمت میں ناکامی و نامرادی ان کے ساتھ ہے۔ وہ منطق فلسفہ اور سائنس کے مسلمات کی رو سے اسلامی تعلیمات کو خلاف عقل ثابت کر رہے تھے۔ اور چونکہ حکومت بھی ان کی پشت پر تھی۔ اس لئے ان کا استدلال عوام کو متاثر اور مرعوب کر رہا تھا۔ دوسری طرف سوامی دیانند نے ہندوؤں کے زوال کو روکنے اور مغربی تہذیب و تمدن علم و دانش کی مرعوبیت اور ہندو دھرم کی کمزوریوں سے نجات دلانے کے لئے بالکل عقلی اصولوں کے مطابق ویدک دھرم کی تعبیر پیش کرنا شروع کر دیا تھا۔ اور جو مختلف لڑائی کے ذریعہ وہ ہندو دھرم اور دوسرے مذاہب کی تردید بھی کر رہے تھے۔ جب مسلمان ہر طرف سے اس طرح گھرے ہوئے تھے تو ہر وہ شخص جس نے ان کے مذہب کی حفاظت و حمایت کا ادعا کیا مسلمانوں نے اس کو سر آنکھوں پر بٹھایا۔"

"بالکل یہی کیفیت مرزا غلام احمدؐ قادیانی کے معاملہ میں پیش آئی۔ جب وہ اسلام کی حمایت کا علم لے کر اٹھے۔ تو انہوں نے اپنے مخصوص علم کلام سے غیر مسلموں کا مقابلہ شروع کیا۔ تو مسلمانوں نے ان کو بھی ہاتھوں ہاتھ لیا۔ خصوصاً وہ جدید طبقہ جو مغربی علوم سے مرعوب ہو کر عیسائیت کی طرف راغب ہو رہا تھا۔ اور جسے سرسید کا علم کلام بھی بوجوہ مطمئن نہیں کر سکتا تھا اس نے جب یہ دیکھا کہ سرسید کی طرح اسلامی مسلمات سے کھلم کھلا انکار کرنے کی بجائے مرزا غلام احمدؐ قادیانی (علیہ السلام) قرآن ہی سے اس کے انکار کا جواز پیش کر رہے ہیں۔ تو ان کی طرف متوجہ ہو گیا۔ چنانچہ مرزا غلام احمدؐ قادیانی (علیہ السلام) کے زیادہ نمایاں ساتھیوں میں سے اکثر ایسے تھے کہ اگر وہ قادیان نہ جاتے تو عیسائی ہو جاتے"

(ایشیا ۱۲ مارچ ۱۹۵۶ء)

انقلاب آزادی کا سہرا امسال مئی ۱۹۵۷ء میں انقلاب آزادی کی صد سالہ یادگار منائی گئی ہے۔ یہ اقتباس اعلان عام کر رہا ہے۔ کہ انقلاب آزادی کا سہرا حقیقی معنوں میں سیدنا و مرشدنا و اما منا حضرت

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سر ہے۔ کیونکہ آپ اور تنہا آپ ہی وہ مبارک وجود ہیں جنہوں نے قرآن کی شمشیر برہنہ ہاتھ میں لے کر عیسائیت کے بڑھتے ہوئے خوفناک طوفانوں کا رخ پھیر دیا۔ اگر آپ ظاہر نہ ہوتے تو پاکستان کا بننا تو رہا ایک طرف یہ پورا ملک برطانوی سازش کے تحت ہمیشہ کے لئے فرنگی جھنڈے تلے رہتا۔ جیسا کہ وزیر ہند چارلس وڈ ۱۸۶۲ء میں کہا تھا:-

"میرا ایمان ہے کہ ہر وہ نیا عیسائی جو ہندوستان میں عیسائیت قبول کرتا ہے۔ انگلستان کے ساتھ ایک نیا رابطہ اتحاد بنتا ہے۔ اور ایمپائر کے استحکام کے لئے نیا ذریعہ ہے۔"

(The Mission Page 234
By R.C 1904)

نیز لارڈ لارنس نے ایک دفعہ انگریزی پالیسی کو بے نقاب کرتے ہوئے واضح اعلان کیا تھا:-

"کوئی چیز ہماری سلطنت کے استحکام کا اس امر سے زیادہ موجب نہیں ہو سکتی۔ کہ ہم عیسائیت کو ہندوستان میں پھیلا دیں۔"

(Lord Laurence Life Vol II
Page 313)

پس یہ حضور انور کے ظہور ہی کی برکت تھی۔ کہ آپ کے پیدا کردہ لٹریچر نے عیسائیت کے پردے چاک کر دیئے مسیحی منادوں کا بچھایا ہوا جال ہمیشہ کے لئے پارہ پارہ ہوگیا۔ اور برطانوی سازش ناکام و نامراد ہوگئی۔ مگر ان حقائق کے باوجود مولانا مودودی کا "فرمان" ہے۔ کہ آپ کو تو فصل خطاب ہی حاصل نہیں ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!!

خدا ناترسی اور حق پوشی کی انتہاء

مولانا کی خدا ناترسی اور حق پوشی کی انتہاء یہ ہے۔ کہ انہوں نے ابتداء ہی سے جماعت احمدیہ کو مرتدین کی لسٹ میں شامل کر کے عوام میں یہ تبلیغ جاری کر رکھی ہے۔ کہ ارتداد کی سزا اسلام میں قتل اور محض قتل ہے چنانچہ اپنی آرزوؤں کی تکمیل کے لئے انہوں نے ۱۹۵۳ء کی احراری تحریک میں گرمجوشی سے شرکت کی۔ اور اپنے رسالہ "قادیانی مسئلہ" میں جماعت احمدیہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دیتے ہوئے حکومت پر زور دیا۔ کہ اگر وہ یہ ہنگامے ختم کرنا چاہتی ہے۔ تو وہ ملک کے بہتر

فرقوں کے اس معقول مطالبے کے سامنے ہتھیار ڈال دے۔ حالانکہ وہ مدتوں سے دربارِ رسالت کا یہ فیصلہ سناتے آرہے تھے کہ:۔

"یہ (ناجی) گروہ نہ کثرت میں ہوگا نہ اپنی کثرت کو اپنے حق ہونے کی دلیل ٹھہرائے گا۔ بلکہ اس امت کے ۷۳ فرقوں میں سے ایک ہوگا۔ اور اس معمورۂ دنیا میں اس کی حیثیت اجنبی اور بیگانہ لوگوں کی ہوگی۔ پس جو جماعت محض اپنی کثرت کی بناء پر اپنے آپ کو وہ جماعت قرار دے رہی ہے جس پر اللہ کا ہاتھ ہے ..... اس کے لئے تو حدیث میں امید کی کوئی کرن نہیں۔ کیونکہ اس حدیث میں اس جماعت کی دو علامتیں نمایاں طور پر بیان کردی گئی ہیں۔ ایک تو یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے طریق پر ہوگی۔ دوسری یہ کہ نہایت اقلیت میں ہوگی۔"

(ترجمان القرآن ستمبر اکتوبر ۱۹۴۵ء)

خدا کی شان بعد کو وہی بے بنیاد اور سراپا غلط اعتراضات اور الزامات جو مولانا نے اپنے رسالہ میں جماعت احمدیہ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر عائد کئے تھے ان

کے احراری انعقاد نے ایک ایک کر کے ان پر بھی لگا دیئے۔ اور صاف لفظوں میں اعلان کیا کہ:۔

"مولانا مودودی کی اسلامی جماعت ذہنی طور پر مرزائی جماعت ہے۔"

(مودودیت کا پوسٹ مارٹم صلا)

"جماعت مودودیہ کے صالحین کے سامنے صرف ایک ہی مقصد ہے۔ اور وہ یہ کہ جدید قسم کے اسلام کا ایک ڈھونگ کھڑا کر کے امت مرزائیہ کی طرح ایک نیا گروہ بنالیں۔"

(مولانا شفیق الرحمٰن)

"ملکہ وکٹوریہ آئی تو اس نے مرزا غلام احمد قادیانی کو بھیجدیا۔ اور ملکہ الزبتھ آئی۔ تو اس نے مودودی صاحب کو بھیجدیا۔ اب خدا کسی اور کو نہ بھیجے"

(نوائے پاکستان ۲۵ فروری ۵۶ء)

بعض احراری علماء نے اس پر اکتفا نہ کرتے ہوئے یہ بھی مطالبہ کر ڈالا کہ مودودیوں کو بھی "مرزائیوں" کی طرح غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ اس عبرت ناک سزا کے باوجود مولانا مودودی اور ان کے عقیدت مند اپنی مہم کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اور مضحکہ خیز امر یہ ہے کہ ایک ہی سانس میں وہ جماعت احمدیہ کے سیاسی حقوق کا دم بھرتے ہوئے اسے غیر مسلم اقلیت بھی قرار دیتے ہیں۔ اور مرتد اور واجب القتل بھی!

پس منظر } اس شرمناک کارروائی کا پس منظر صرف یہ ہے کہ مولانا کو مدت سے یہ خطرہ لاحق ہے۔ کہ اگر احمدیت اور اس کا لٹریچر کچھ دیر اور موجود رہا۔ تو ان کا سارا راز فاش ہو جائے گا۔ اور ان کی اجتہادی بصیرت کے دعاوی کی قلعی کھل جائے گی۔ مگر مولانا کو اب کھلے کانوں سن لینا چاہیئے۔ کہ رات کی تاریک گھڑیاں ختم ہو رہی ہیں۔ آثار سحر افق پر نمایاں ہوتے جا رہے ہیں۔ اور وہ وقت ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ جب آفتاب ہدایت پوری آب وتاب سے جلوہ نمائی کریگا۔ تو آپ کی جلائی ہوئی تمام مشعلیں اس کی تیز کرنوں کی تاب نہ لاکر یا تو خود بخود بجھ جائیں گی۔ یا انہیں خود آپ ہی کے ہاتھوں بجھا دیا جائے گا۔

ہے یہ تقدیر خداوند کی تقدیروں سے

موجودہ زمانہ میں جماعت احمدیہ کے نام سے اٹھنے والی تحریک ہی جماعت اسلامی قرار دی جاسکتی ہے

بالآخر یاد رہے۔ کہ موجودہ زمانہ میں جو شخص بھی چاہے ایک نئی تحریک بنا کر اس پر جماعت اسلامی کا لیبل چسپاں کر سکتا ہے۔ مگر عرش پر خالص اسلامی جماعت صرف وہی ہوسکتی ہے جس کا نام جماعت احمدیہ ہو۔ کیونکہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ خدا سے خبر پاکر یہ انکشاف کر چکے ہیں کہ جب اسلام کا قافلہ مسیح موعود کے زمانہ میں داخل ہوگا۔ تو اسے احمدیت کے نام سے تعبیر کیا جائے گا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"میں ایک عجیب بات خدا تعالیٰ کے خاص فضل اور اس کے خبر دینے سے بتاتا ہوں۔ جسے کسی نے نہیں سنا۔ اور نہ آج تک کسی خبر دینے والے نے اس کے متعلق خبر دی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رحلت سے ایک ہزار اور چند سال بعد ایک ایسا زمانہ آرہا ہے۔ جبکہ حقیقت محمدی اپنے مقام سے عروج کرکے حقیقت کعبہ سے متحد ہو جائیگی اس وقت حقیقت محمدیؐ کا نام حقیقت احمدی

ہوگا۔ اور احمدیت خدا کی صفتِ احد کا مظہر ہوگی۔"

(ترجمہ از مبداء و معاد)

حقیقتِ محمدیؐ کے حقیقتِ کعبہ سے متحد ہونے کے ایک معنے یہ ہیں کہ جس طرح خانہ کعبہ ہمیشہ کے لئے خدا کی امان اور حفاظت کے نیچے ہے۔ اسی طرح خدا تعالےٰ آخری زمانہ میں تحریکِ احمدیت کی بھی قیامت تک حفاظت فرمائے گا۔ اور جو ملک اور بادشاہ بھی ابرہہ کا لشکر بن کر اس پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے گا وہ ناکام و نامراد رہے گا۔

جماعت احمدیہ کی ۶۸ سالہ تاریخ میں اللہ تعالےٰ کی غیبی نصرتوں کا مسیح پر انتظار

مولانا مودودی کی خود ساختہ جماعت اسلامی کا ماضی مخدوش، حال مایوس، اور مستقبل تاریک ہے۔ مگر جماعت احمدیہ کے بارہ میں خود جماعت اسلامی کے اکابر کو مسلّم ہے کہ:۔

"قادیانیوں کے ہاں یہ بات عقیدے کی شکل اختیار کر چکی ہے۔ کہ جو گروہ اور شخص مرزا غلام احمد کی نبوت کو چیلنج کرتا ہے۔ یا قادیانی جماعت کی مخالفت کے درپے ہوتا ہے وہ انجام کار ذلیل و خوار ہوتا ہے۔ اس پر مرزا غلام احمد صاحب کا یہ الہام ہر قادیانی کے وردِ زبان ہے کہ

إنی مھین من اراد اھانتاث۔ میں ہر اُس شخص کو ذلیل کروں گا۔ جو تیری تذلیل کے درپے ہوگا۔"

"اگرچہ یہ الفاظ سننے اور پڑھنے والوں کے لئے تکلیف دہ ہوں گے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لیکن ہم اس کے باوجود اس تلخ نوائی پر مجبور ہیں کہ ان اکابر (مولوی ثناءاللہ علامہ اقبال۔ قاضی سلیمان منصوری۔ مولانا سید انورشاہ صاحب۔ مولانا عبدالجبار صاحب غزنوی۔ مولانا عبدالواحد صاحب غزنوی۔ سید نذیر احمد صاحب دہلوی ناقل) نوراللہ مرقدھم کی تمام کاوشوں کے باوجود قادیانی جماعت میں اضافہ ہوا ہے۔ متحدہ ہندوستان میں قادیانی بڑھتے رہے۔ تقسیم کے بعد اس گروہ میں پاکستان میں صرف پاؤں جمے بلکہ جہاں ان کی تعداد میں اضافہ ہوا وہاں ان کے کام کا یہ حال ہے کہ ایک طرف تو روس اور امریکہ سے سرکاری سطح پر آنے والے سائنسدان ربوہ آتے ہیں۔ اور دوسری جانب ۱۹۵۳ء کے عظیم ہنگامہ کے باوجود قادیانی جماعت اس کوشش میں ہے کہ اس کا ۵۶-۱۹۵۵ء کا بجٹ پچیس لاکھ ۲۵،۰۰،۰۰۰ روپیہ کا ہو۔"

"خوب اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ کام کا جواب اخردل سے مسائل جدوجہد کا توڑ اشتعال انگیزیوں سے عالمی سطح پر مسائی کو ناکام بنانے کا داعیہ صرف پھبتیوں بے ہودہ جلوسوں اور ناکارہ ہنگاموں سے پورا نہیں ہو سکتا۔ اس کے لئے جب تک وہ انداز اختیار نہ کیا جائے جس سے فکری اور علمی تقاضے پورے ہوں ہنگامہ خیزی کا نتیجہ وہی برآمد ہوگا جس پر مرزا صاحب کا الہام انی مھین من اراد اھانتک صادق آ جائے گا۔"

(المنبر ۱۰ اگست ۱۹۵۵ء و ۲۲ فروری ۱۹۵۶ء)

جماعت احمدیہ کا شاندار مستقبل

جماعت احمدیہ کے درخشندہ اور شاندار مستقبل کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے۔ کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا۔ اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا۔ اور میرے سلسلہ کو تمام زمین میں پھیلائے گا۔ اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا۔ اور میرے فرقہ کے لوگ اس

قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے
کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور
نشانوں کی رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے
اور ہر قوم اس چشمہ سے پانی پیئے گی۔ اور یہ
سلسلہ زور سے بڑھے گا۔ اور پھولے گا۔
یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جائے گا۔ بہت
سی روکیں پیدا ہوں گی۔ اور ابتلا آئیں گے
مگر خدا سب کو درمیان سے اٹھا دے گا۔ اور
اپنے وعدہ کو پورا کرے گا۔ اور خدا نے مجھے
مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ میں تجھے برکت پر برکت
دونگا۔ یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے
برکت ڈھونڈیں گے۔ سو اے سننے والو! ان
باتوں کو یاد رکھو۔ اور ان پیش خبریوں کو اپنے
صندوقوں میں بند رکھو۔ کہ یہ خدا کا کلام ہے
جو ایک دن پورا ہوگا۔"
(تجلیات الہیہ ص۱۱)

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ کا پیغام

"جماعت اسلامی" اور دیگر مسلمانانِ عالم کے نام

"اے عزیزو! پرانی کتابیں پڑھ کر دیکھو۔ پھر خود اپنے اسلاف کی تاریخ دیکھو۔ کیا ان لوگوں کی زندگیاں مادی تھیں کیا ان کے کام صرف مادی تدابیر سے چلتے تھے۔ وہ لوگ خدا تعالیٰ کی محبت کے حاصل کرنے کے لئے رات دن تڑپتے تھے۔ اور ان میں سے کامیاب لوگ خدا تعالیٰ کے معجزات اور نشانات سے حصہ پاتے تھے۔ اور یہی وہ زندگی تھی۔ جو ان کو دوسری قوموں کے لوگوں سے ممتاز کرتی تھی۔ لیکن آج وہ کونسا امتیاز ہے۔ جو مسلمانوں کو ہندوؤں اور عیسائیوں اور دوسری قوموں کے مقابلہ میں حاصل ہے۔ اگر ایسا کوئی امتیاز نہیں۔ تو پھر اسلام کی ضرورت کیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایسا امتیاز ہے۔ لیکن مسلمانوں نے اسے بھلا دیا۔ اور وہ امتیاز یہ ہے کہ اسلام میں ہمیشہ کے لئے خدا تعالیٰ کلام جاری ہے اور ہمیشہ ہی خدا تعالیٰ کے ساتھ براہ راست تعلق پیدا کیا جا سکتا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے فیضان کے یہی تو معنے ہیں آپ کے فیضان کے یہ معنے تو نہیں ہو سکتے کہ

ہم بی۔ اے یا ایم۔ اے کا امتحان پاس کرلیں۔ کیا ایک عیسائی بی۔ اے یا ایم۔ اے نہیں ہوتا؟ آپ کے فیضان کے یہ معنے تو نہیں کہ ہم نے کوئی بڑا کارخانہ چلا لیا ہے۔ کیا عیسائی اور ہندو اور سکھ ایسے کارخانے نہیں چلاتے؟ آپ کے فیضان کے یہ معنی تو نہیں کہ کوئی بڑی تجارتی کوٹھی ہم نے کھولی۔ اور دور دراز ملکوں میں ہم نے تجارتی کاروبار جاری کر دیا ہے۔ یہ سب ہندو اور عیسائی اور یہودی کر رہے ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے فیضان کے یہی معنے ہیں۔ کہ آپ کے طفیل انسان کا خدا تعالےٰ کے ساتھ براہ راست تعلق ہو جائے۔ انسان کا دل خدا تعالےٰ کو دیکھے۔ اس کی روح کا اس سے اتحاد ہو جائے۔ وہ اس کا شیریں کلام سنے اور خدا تعالےٰ کے تازہ بتازہ نشانات اور آیات اس کے لئے ظاہر ہوں۔ یہ وہ چیز ہے۔ جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے بغیر کسی شخص کو دنیا میں نہیں مل سکتی۔ اور یہی وہ چیز ہے جس میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اتباع دوسری قوموں سے ممتاز ہیں۔ پس اسی کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسلمانوں کو توجہ دلائی اور یہی چیز اپنے نہ ماننے والوں کے سامنے پیش کی۔ کہ خدا تعالےٰ نے یہ کھویا ہوا موتی مجھے دیا ہے۔ اور یہ ضائع شدہ متاع مجھے بخشی ہے۔ اور یہ سب کچھ مجھے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے طفیل اور آپ کی اتباع سے ملا ہے اور اس مقام پر آپ ہی کے فیضان نے مجھے پہنچایا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے کام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کئے لیکن وہ سب جزوی حیثیت رکھتے ہیں۔ گو بہت اہم اور

عظیم الشان ہیں۔ لیکن اصل کام یہی تھا۔ کہ آپ نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے اور مادیت پر روحانیت کو غالب کرنے کی مہم شروع کی۔ اور یقیناً اسلام کو دوسرے ادیان پر غلبہ اسی راستہ سے ہوگا۔ ہم توپوں اور بندوقوں سے اپنے ملکوں کا دفاع بھی کرینگے۔ ہم بعض دشمنوں پر ان ذرائع سے غالب بھی آئینگے لیکن ساری دنیا پر اسلام کو جو غلبہ حاصل ہوگا۔ وہ اسی روحانی طریقہ سے حاصل ہوگا۔ جس کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے توجہ دلائی ہے جب مسلمان مسلمان ہو جائے گا۔ جب وہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے لگ جائے گا۔ جب وہ روحانی اشیاء کو مادی اشیاء پر فوقیت دینے لگے گا۔ تو وہ عیاشانہ زندگی جو اس وقت مغربی اقوام کی وجہ سے ہمارے ملک میں رائج ہو رہی ہے آپ ہی آپ مٹ جائے گی۔ اور انسان کسی کے کہنے کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ خود اپنے نفس کی خواہش کے ماتحت لغویات کو چھوڑ دے گا۔ اور سنجیدہ زندگی بسر کرنے لگ جائے گا۔ اور اس کی زبان میں تاثیر پیدا ہو جائے گی اور اس کا ہمسایہ اس کے رنگ کو اختیار کرنے لگ جائیگا۔ اور عیسائی اور ہندو اور دوسرے ادیان کے لوگ بھی اسی طرح جس طرح مکے مکہ کے لوگوں نے کہا تھا۔ یہ کہنا شروع کر دینگے کہ لو کانوا مسلمین کاش وہ مسلمان ہوتے۔ اور پھر ہوتے ہوتے یہ قول ان کا مکہ کے لوگوں کی طرح عمل میں بدل جائے گا۔ اور وہ مسلمان ہو جائیں گے۔ کیونکہ کوئی شخص

زیادہ دیر تک اچھی بات سے دور نہیں رہ سکتا۔ پہلے رغبت پیدا ہوتی ہے۔ پھر لالچ آتی ہے۔ پھر کشش پیدا ہوتی ہے۔ اور آخر انسان کھچ کھچ اس چیز کی طرف آہی جاتا ہے۔ یہی اب بھی ہوگا۔ پہلے اسلام مسلمانوں کے دلوں میں داخل ہوگا۔ پھر وہ اس کے جسموں پر حاوی ہو جائے گا۔ پھر غیر مسلم خود بخود ایسے کامل مسلمانوں کی نقل کرنے پر آمادہ ہوتے جائینگے۔ اور دنیا مسلمانوں سے بھر جائے گی۔ اور اسلام سے معمور ہو جائے گی۔

اے عزیزو! اس چھوٹے سے مضمون میں میں تفصیل دلائل بیان نہیں کر سکتا۔ اور احمدیت کے پیغام کی تمام جزئیات کو آپ کے سامنے پیش نہیں کر سکتا۔ میں نے اجمالی طور پر احمدیت کی غرض اور اس کا مقصد آپ لوگوں کے سامنے رکھ دیا ہے۔ اور میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس مضمون پر غور کریں۔ اور سوچیں کہ دنیا میں کبھی بھی مذہبی تحریکیں صرف دنیوی ذرائع سے غالب نہیں ہوئیں۔ مذہبی تحریکیں اصلاح نفس تبلیغ اور قربانی ہی کے ساتھ ہمیشہ غالب آتی رہی ہیں۔ آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر اس وقت تک جو نہیں ہوا۔ وہ اب بھی نہیں ہوگا۔ اور جس ذریعہ سے آج تک خدا تعالیٰ کے پیغام دنیا میں پھیلتے رہے ہیں۔ اسی طرح اب بھی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا پیغام دنیا میں پھیلے گا۔ پس اپنی جانوں پر رحم کرتے ہوئے اپنے خاندانوں اور اپنی قوموں پر رحم کرتے ہوئے

اپنے ملک پر رحم کرتے ہوئے خدا تعالےٰ کے پیغام کو سننے اور سمجھنے کی کوشش کریں۔ تاکہ اللہ تعالےٰ کے فضل کے دروازے آپ کے لئے جلد سے جلد کھل جائیں۔ اور اسلام کی ترقی پیچھے نہ پڑتی چلی جائے۔ ابھی بہت کام ہے جو ہم نے کرنا ہے۔ مگر اس کے لئے ہم آپ کی آمد کے منتظر ہیں۔ کیونکہ خدائی ترقیات علاوہ معجزات کے دین کی اشاعت کے ساتھ بھی تعلق رکھتی ہیں۔ آپ آئیں۔ اور اس بوجھ کو ہمارے ساتھ مل کر اٹھائیں۔ جس بوجھ کا اٹھانا اسلام کی ترقی کے لئے ضروری ہے۔ بے شک قربانی اور ایثار اور ملامت اور تعذیب ان سب چیزوں کا دیکھنا اس راستہ میں ضروری ہے مگر خدا تعالےٰ کی راہ میں موت ہی حقیقی زندگی بخشتی ہے۔ اور اس موت کو اختیار کئے بغیر کوئی شخص خدا تعالےٰ تک نہیں پہونچ سکتا۔ اور اس موت کے اختیار کئے بغیر اسلام بھی غالب نہیں ہو سکتا۔ ہمت کریں اور موت کے اس پیالہ کو منہ سے لگالیں۔ تاکہ ہماری اور آپ کی موت سے اسلام کو زندگی ملے۔ اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا دین پھر تروتازہ ہو جائے۔ اور اس موت کو قبول کر کے ہم بھی اپنے محبوب کی گود میں اپنی زندگی کا لطف اٹھائیں۔

اللھم آمین

واخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین